رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

فرحت بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ

سالانہ .... ے

ششماہی .... ہے

سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ

سالانہ .... ے

ششماہی .... ہے

سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت پرانا پرچہ (۴)

جلد | ۲۵ / اسفندار ۱۳۵۲ ف | ۱۲ / صفر ۱۳۶۲ ھ | ۲۷ / جنوری ۱۹۴۳ء چہارشنبہ | نمبر ۴۲

کاشتکاروں کو نفع اندوز سرمایہ داروں کے پنجہ سے بچایا جائے

امداد باہمی کے اصول پر غذائی نظم و نسق رشوت کا خاتمہ کر دے گا

محکمہ رسد نے حیدرآباد میں مسئلہ اغذیہ کے عنوان سے ایک پمفلٹ انگریزی میں شائع کیا ہے جو آنریبل مسٹر گرگسن کی ان دو تقریروں پر مشتمل ہے جو علی الترتیب جنگی نمائش اور ساتھی کانفرنس میں کی گئی تھیں۔ ان تقاریر میں غذائی صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے ان تدابیر کا ذکر کیا گیا ہے جو حکومت نے صورت حال سے نپٹنے کے لئے اختیار کی ہیں اور اس امر کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ غذا کی فراہمی اور تقسیم پر نگرانی رکھنے کے لئے کیا پالیسی اختیار کی ہے اگر منصفانہ تقسیم اغذیہ عمل میں آئے اور ایک طرف کاشتکاروں کو مناسب دام ملیں اور دوسری طرف صارفین کا مفاد محفوظ رہے۔

قیمتوں کی نگرانی پر بحث کرتے ہوئے آنریبل مسٹر گرگسن فرماتے ہیں کہ فراہمی اغذیہ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ حکومت براہ راست یا اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ پیداوار خریدے جس سے کاشتکار کو اس کی پیداوار کا معقول معاوضہ ملے۔ پوری تجارت کو بذریعہ قانون حاصل کرنے سے حکومت کو غذائی صورت حال پر قابو حاصل ہو جاتا ہے جو جنگ اور قلت اغذیہ کے زمانہ میں بہت ضروری ہے۔ غلہ کی تجارت پر حکومت کا پورا اجارہ نظری اعتبار سے نگرانی کی نہایت کامیاب صورت ہے کیونکہ اس سے حکومت نفع اندوزی کو خاتمہ کر سکتی ہے اور غذا کی منصفانہ بنیاد پر تقسیم عمل میں لا سکتی ہے لیکن یہیں دوسرے مقامات کی طرح حیدرآباد

میں بھی مکمل نگرانی قائم کرنے میں بے شمار دقتوں کا سامنا ہے خاص کر اس وجہ سے کہ پبلک اور بالخصوص دیہاتی باشندے اس کے لئے تیار نہیں ہیں اور اس کے علاوہ اس کام کو انجام دینے کے لئے ہمارے پاس کوئی تربیت یافتہ عملہ بڑی مقدار میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اس رستے کی کوئی مسافت طے کر لی ہے .... غذائی صورت حال کی دشواریوں میں سے ہم امداد باہمی کی تحریک کی ترقی کے لئے ایک بڑا موقع پیدا کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی زراعت سے متعلق شاہی کمیشن کا اس رائے کو پیش کرتے ہوئے کہ کاشتکاروں کی خوش حالی اور زرعی ترقی سے متعلق کسی پالیسی کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر اس امر پر ہے کہ کاشتکار کس حد تک اپنی فاضل پیداوار کی نکاسی کے لئے مارکٹنگ کی کشادہ سہولتیں حاصل کر سکتا ہے مسٹر گرگسن نے وضاحت کی ہے کہ مارکٹنگ کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے منافع کا بہت بڑا حصہ درمیانی اشخاص کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ جو کاشتکاروں کو اس سے جو نقصان ہوتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ غذائی اور غیر غذائی پیداوار کی تجارت ہر سال کروڑہا روپیہ کی ہوتی ہے۔

امداد باہمی کے ذریعہ مارکٹنگ کے مستقل رجحان پر روشنی ڈالتے ہوئے مسٹر گرگسن نے توجہ دلائی ہے کہ جنگ کی وجہ سے قیمتوں کی نگرانی کے لئے جو مملکت نے تدابیر اختیار کی ہیں

ان سے امداد باہمی کی تحریک کے لئے ایک بہترین موقع فراہم ہوا ہے۔ اس تحریک کی بدولت کاشتکاروں کو منظم کرنے کی پوری کوشش کر کے پیداوار کو حاصل کرنا اس کی حفاظت بہم پہنچانا اور اس کو براہ راست ان قصبوں میں روانہ کرنا جہاں ضرورت کی جاتی ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر مارکٹنگ کا انتظام ملک کے لئے نہ صرف اب بلکہ جنگ کے بعد بھی نہایت مفید ثابت ہوگا جس کو مملکت آصفیہ اس کام کو اس وقت انجام دے رہی ہے جبکہ حیدرآباد مرکزی کاروباری امداد باہمی کے طریقہ پر سلسلہ وار طریقہ سے ایک مستقل بنیاد پر مارکٹنگ تنظیم کا مرکز بنتے گا۔

آپ نے اس امر کی بھی وضاحت فرمائی کہ اور ان جنگ یا خاتمہ جنگ کے چند سال بعد تک آزاد تجارت کو بحال نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک منافع خوروں اور ذخیرہ اندوزوں کو نفع اندوزی کا موقع ملتا ہے آزاد تجارت سے آخروں کو جو ذرائع حاصل ہیں ذخیرہ اندوزوں کو ذخیرہ اندوزی کرنے سے روکا جائے اور جبری مال برآمد کر کے منڈیوں کو مال فراہم کرنے کی کھلی دقت ہوگی۔ بحیثیت مجموعی قوم کے مفاد کے لئے ضروری ہے کہ نگرانی کی مملکت تدابیر نہ صرف دوران جنگ میں بلکہ ختم جنگ کے چند سال بعد تک برقرار رہیں۔

(امداد باہمی کا) رشوت ستانی کے لئے بھی تحریک امداد باہمی کو فروغ دینے کے لئے مسٹر گرگسن پبلک سے اپیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص رشوت نہیں لے سکتا جب تک کہ کوئی دوسرا شخص اس کو رشوت دینے تیار نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ غذا کی نگرانی سے رشوت دینے اور لینے والوں کے لئے بے شمار مواقع دستیاب ہونگے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض عہدہ داروں نے امداد باہمی کے ذریعہ غذائی صورت حال کو ٹھیک رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ ایسے بعض عہدہ دار جو تجربہ سے واقف ہیں کاشتکاروں کی پیداوار کو کم کرنے کا کام کرنے میں پیش پیش نہیں ہیں۔ اس کا علاج رکھنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مرکزی محکمہ شکایت اور دیہی و ضلع کمیٹیوں کے ذریعہ

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴ ۲۵ اسفندار نمبر ۲

معاشی منصوبہ بندی

ممالک محروسہ سرکار عالی کی معاشی منصوبہ بندی کے راستے میں دو اندیشے حائل رہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کیا حکومت ہند ہماری معاشی ترقی سے پوری ہمدردی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ کیا ہمیں وہ ساری سہولتیں حاصل ہوں گی جن کا حصول بلانٹ، مشنری وغیرہ یا ان کے بغیر منصوبہ بندی محض ایک خواب ہی بن کر رہ جاتی ہے۔ خدا کے فضل سے حیدرآباد میں قلم قدرتی وسائل، سرمایہ، اور صنعتی کارکنوں کا فقدان نہیں ہے۔ دیگر معاشی منصوبہ بندی کیسے حقیقت بن سکتی ہے۔ وہ حکومت ہند کی ہمدردانہ روش ہے۔ حکومت ہند کی جانب سے دستاویز اطمینان دلایا جائے کہ حیدرآباد وہ سب کچھ کر سکے گا جو وہ اپنی ترقی کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ اس چیز کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت ہند اپنے معاشی منصوبوں میں حیدرآباد اور دیگر ریاستوں کو وہ اہمیت اور وہ مقام دے جو بڑی ریاستوں کے منصوبوں کو دیا جاتا ہے۔ اگر ریاستوں کے خلاف امتیازی سلوک ان کے ساتھ روا رکھا گیا تو ریاستوں میں معاشی منصوبہ بندی لازمی طور پر پیچھے رہ جائیں گی۔ چنانچہ یہی مسئلہ تھا جس پر ایوان ریاست ہند نے صدائے احتجاج بلند کیا اور بالآخر ایوان کی مجلس قائمہ کو استعفیٰ دینا پڑا۔

ہمیں یقین ہے کہ حکومت سرکار عالی کی جانب سے سر ارکاٹ رشید والا کی حالیہ تشریف آوری سے فائدہ اٹھا کر ان مسائل کو سلجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہوگی۔ ہم مانتے ہیں کہ سر ارکاٹ رشید تنہا اس اہم مسئلہ کی یکسوئی کرنے کے مجاز نہیں ہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صاحب موصوف کی آواز یقیناً اثر رکھتی ہے۔ یہ مسئلہ جنگ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ابتداء سے حکومت سرکار عالی اور حکومت ہند کے مابین مختلف فیہ رہا ہے۔

حیدرآباد کے معاشی مسائل پر بحث کرتے وقت بندرگاہ کے معاہدے کے مضمرات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ برطانوی علاقہ جات سے جو مال اندرون ممالک محروسہ درآمد کیا جائے اُس پر محصول عائد کرنے کا اختیار حکومت ہند کو حاصل نہیں ہے۔ ہمارا دوسرا استدلال یہ ہے کہ مچھلی بندر کے راستے سے ہم ہر قسم کا مال خواہ وہ برطانوی علاقہ جات کا ہو یا علاقہ غیر کا بلا ادائی محصول درآمد کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اب چونکہ مچھلی بندر بحیثیت بندرگاہ کے وہ اہمیت نہیں رکھتا جو اس کو کسی زمانہ میں حاصل تھی اس لئے حکومت ہند کو چاہئے کہ اس کے بدل کے طور پر کسی دوسرے بندرگاہ پر ہمیں یہی حق دے۔ مختصر یہ کہ سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی صحیح تعبیر بھی معاشی ترقی کے راستہ میں ایک اہم مرحلہ ہے۔

پلانٹ اور مشنری کی درآمد کے لئے برطانوی ہند اور ریاستوں کو یہ آزادی حاصل ہونی چاہئے کہ جہاں سے بھی ہو سکے وہ ان اشیاء کی درآمد کر سکیں۔ اگر کوئی خاص مشنری امریکہ میں اچھی ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حیدرآباد اپنے آپ کو اس سے محروم رکھے۔ یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کی اہمیت اور ضرورت کو نظرانداز نہ ہونا چاہئے۔

کوئی ہندوستانی ریاست اس امر پر راضی نہ ہوگی (چہ جائیکہ حیدرآباد) کہ اس کی معاشی منصوبہ بندی کو حکومت ہند کی معاشی منصوبہ بندی کے تابع کر دیا جائے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سارے ہندوستان کے لئے معاشی منصوبہ بندی ایک وحدت کے اساس پر ہونی چاہئے۔ چنانچہ ہمارے ایک مقامی معاصر نے لکھا ہے کہ ہندوستان کو کئی معاشی وحدتوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور ہندوستان کی معاشی ترقی کی کوئی اسکیم اسی صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے جبکہ وہ ہندوستان کو ایک وحدت قرار دے کر مرتب کی جائے۔ ہماری رائے میں اس خیال کے پیچھے سیاسی محرکات کارفرما ہیں۔ خالص معاشی نقطۂ نظر سے ہندوستان کے ہر علاقہ کے لئے وہاں کے حالات کی مناسبت سے منصوبہ بندی ضروری ہے۔ چنانچہ ایوان تجارت حیدرآباد کے عشائیہ میں تقریر کرتے ہوئے جبکہ اس موقع پر سر ارکاٹ رشید والا بھی موجود تھے، مولوی لائق علی صاحب نے اسی امر کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ :۔

"ہندوستان جیسے وسیع ملک کے لئے جو ایک براعظم کے برابر ہے جس میں بہا بسیں کروڑ انسان بستے ہیں اور جس کا رقبہ روس کو چھوڑ کر یورپ کے کل رقبہ سے زیادہ ہے اس کی ترقی کے لئے کوئی شخص یا چند اشخاص کی ایک جماعت جائے اور مفصل تجاویز تیار کر نا تو درکنار اس کا خاکہ بھی پیش نہیں کر سکتی۔ سب سے پہلے یہ خیال کرنا ہی غلط ہے کہ ہندوستان جیسا وسیع خطہ ارض اپنے تمام طول و عرض تک ایک ہی معاشی معیار پر ہو اور اس تمام وسیع رقبہ کے لئے ایک ہی معاشی پروگرام عمل میں لایا جائے۔ یہاں تو جگہ جگہ کے عادات، خصائل، قدرتی وسائل، مالی وسائل اور معیار بود و باش میں اتنا فرق ہے کہ ایک جگہ کے لوگوں کو دوسری جگہ کے لوگوں کے برابر سمجھنا بڑی غلطی ہوگی۔ اسی طرح جگہ جگہ کے نفسیاتی رجحانات بھی بہت مختلف ہیں۔ بریں وجہ کوئی اسکیم ایسی بنانا جو سائنٹفک اصول پر پوری طرح سے پورے ہندوستان کے لئے موزوں ہو عملاً ناممکن ہے۔ .... اس لئے ضروری ہے کہ ہر علاقہ کی ترقی کا انتظام اس جگہ کے مقامی حالات کے لحاظ سے ہو اور اس علاقہ کی حکومت ایسی تدابیر سوچے اور ایسے وسائل اختیار کرے جس سے ترقی یقینی اور جلد تر ہو۔ اگر اس اصول کو اچھی طرح نہ سمجھا گیا اور اگر اس کی پوری پابندی نہ کی گئی تو یقیناً اس ملک میں ایک ایسی غیر متوازن معاشی حالت پیدا ہو جائے گی جس کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

اسی تقریر میں مولوی لائق علی صاحب نے حیدرآباد کی معاشی ضروریات پر بحث کرتے ہوئے حیدرآباد کے لئے ایک آزاد بندرگاہ کی ضرورت پر زور دیا اور یہ بتلایا کہ پلانٹ اور مشنری کے حصول کے علاوہ ———— جس کے لئے حیدرآباد کے حقوق اس لئے مرجح ہیں کہ حکومت ہند کو علاوہ دوسری امدادوں کے حیدرآباد نے بچاس کروڑ سے زائد قرضہ دیا ہے ———— اور جنگ اسکیموں کو عمل جامہ پہنانے کے لئے تربیت یافتہ عملہ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جب تک تربیت یافتہ افراد دستیاب نہ ہوں کوئی اسکیم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مولوی لائق علی صاحب نے سر ارکاٹ رشید والا سے یہ توقع ظاہر کی کہ ان کی ہمدردی اور توجہ سے حیدرآباد کی معاشی ترقی میں وہ ساری سہولتیں حاصل ہوں گی جن کی ضرورت ہے۔

سر ارکاٹ رشید والا نے اپنی تقریر میں حیدرآباد کی مابعد جنگ اسکیموں کی ستائش کی اور نہایت مسرت ظاہر کی اور ان کے نفاذ کے بعد جو آپ نے بڑی ...

بعد از جنگ منصوبوں کو صرف مجتمع وسائل ہی سے عمل جامہ نہیں پہنایا جا سکتا بلکہ اس کے لئے توانائی ناگزیر ہے۔ بعد از جنگ زمانہ میں اگر حیدرآباد ترقی کرنا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہوگا کہ یہاں معمول زندگی کی سطح برطانوی ہند کی سطح سے موافق کر دی جائے۔ فنی اشخاص کی تربیت کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے یہ امید دلائی کہ اگرچہ برطانوی ہند کے صوبوں کے لئے بہت مشکل ہوگا کہ حیدرآبادی طلبہ کے لئے گنجائش فراہم کریں تاہم وہ اس معاملہ میں کچھ امداد کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ صاحب موصوف ان شعبوں میں بھی حیدرآباد کے لئے سہولتیں فراہم کریں گے جو معاشی منصوبہ بندی کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں اور جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا تاکہ جناب صدر اعظم بہادر کے الفاظ میں ہم پہنچنے کے قابل ہو سکیں کہ ترقیات مابعد جنگ میں حیدرآباد بقیہ ہندوستان کی رہبری کرے گا۔

ازالۂ غلط فہمی

ہم نے اپنی گذشتہ اشاعت میں اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ نواب عالم یار جنگ بہادر کو حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے مشکل مسائل میں الجھایا نہ جائے تو بہتر ہوگا۔ بعض احباب نے اس مضمون کو پڑھ کر کہا کہ ہم نے نواب صاحب پر حملہ کیا ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے جس کو ہم رفع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

نواب عالم یار جنگ بہادر کی قابلیت اور صلاحیات کے سب معترف ہیں لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ نواب صاحب پر ایک ایسے کام کا بوجھ ڈالا جائے جو ان کے مذاق کا نہ ہو۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کا کام زبردست انتظامی صلاحیت چاہتا ہے اور خود نواب عالم یار جنگ بہادر کے ساتھ نا انصافی ہوگی اگر اس نوعیت کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔ ہماری رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو کمرشیل کارپوریشن کو آنریبل مسٹر گرسن یا آنریبل مسٹر غلام محمد کے سپرد کیا جائے یا نواب ظہیر یار جنگ بہادر کو دیا جائے جن کے ان کام کم ہے اور جو نوجوان اور تازہ دم ہونے کے باعث زیادہ عملی دلچسپی لے سکیں۔ یہی ہمارا استدلال تھا جو بحقیقت ایک اصولی نوعیت کا تھا۔

ہماری تحریر میں نواب عالم یار جنگ بہادر کی ذات پر کوئی حملہ مقصود نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ توضیح ان غلط فہمیوں کو رفع کرے گی جو اس ضمن میں پیدا ہو گئیں۔ ہم معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم بھی نواب عالم یار جنگ بہادر کا احترام کرنے والوں میں سے ہیں۔

کمرشیل کارپوریشن کو کثیر المقاصد انجمن امداد باہمی میں تبدیل کیا جائے گا

ایوان تجارت حیدرآباد کے سالانہ عشائیہ میں تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس نے فرمایا کہ سرکار عالی کو بہر حال طویل المدت اور قلیل المدت دونوں لائحہ عمل پر عمل پیرا ہو کر کاشتکاروں کے مفادات کی حفاظت کرنی پڑتی ہے ہر وہ شخص جس نے نظم و تنظیم کے مسئلہ پر غور و فکر کیا ہے اس کا اعتراف کرے گا کہ درمیانی آدمیوں کا واسطہ برخاست کر دینے سے پیداوار کے حاصل شخص کو فائدہ ہوتا ہے۔

ہماری آبادی کی اکثریت زراعت پر انحصار کرتی ہے اور ان میں بھی اکثریت ایسی ہے جو بہت کم مال کے حامل ہوتے ہیں ایسی صورت میں درمیانی آدمی کا واسطہ برخاست کر دینے سے عوام کے معیار زندگی کو بڑھانے میں بڑی سہولت ہوگی۔ اس لئے حکومت اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے کہ موجودہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کو ایک ایسی بڑی انجمن امداد باہمی میں تبدیل کر دیا جائے جس سے مختلف النوع فوائد حاصل کئے جا سکیں۔ اس کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے دیہاتوں میں اس کی شاخیں قائم کی جائیں جن سے خود بھی مختلف النوع فوائد حاصل ہوں گے۔ آنریبل مسٹر غلام محمد نے بہر حال تجارت پیشہ اصحاب کو اس کا یقین دلایا کہ ان کو بھی ان انجمنوں میں شرکت کا موقع دیا جا رہا ہے۔ بہر حال تبدیلیاں تدریجی کی جائیں گی اور اس لئے ہوں گی کہ پہلے سے زرعی پیداوار کی نکاسی میں مصروف اشخاص کی تبدیلی بھی تدریجی ہوگی اس لئے کہ ان کے لئے نئے روزگار مہیا کئے جائیں گے اور سوال صرف مناسب اور موزوں کام فراہم کرنا ہوگا نہ کہ کسی مقام سے کسی کی علحدگی کا۔ آپ نے اس کی توقع ظاہر کی کہ ایوان تجارت ایسے اسکیموں پر اثر انداز ہوگا جو ان مسائل سے متعلق قلیل المدت قرارات قبول کر رہے ہیں۔

حکومت نے ایک علحدہ معاشی شعبہ قائم کیا ہے اور تربیت یافتہ عملہ کی بھرتی میں مصروف ہے تاکہ ترقی یافتہ معاشی پالیسی پر عمل کیا جا سکے۔ ممالک کی حالت میں ترقی ایسی مملکت میں جہاں صنعت کو کوئی اہم جگہ نہیں ہے انتہائی ضروری ہے اور آپ نے اپیل کی کہ ایوان تجارت اس مسئلہ پر فراخ دلی سے تعاون کرے۔ آپ نے متنبہ کیا کہ سرمایہ داری اور صنعت کاری کا بڑا مسئلہ کسی قسم کے منطقی نظام سے نہ رکھنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ آنریبل مسٹر غلام محمد نے اس پر زور دیا کہ ایوان تجارت کے اراکین ان مسائل پر پوری طرح توجہ کریں۔

مابعد جنگ منصوبہ بندی کے مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے آنریبل مسٹر غلام محمد نے اپنے آپ کو سر اردشیر دلال کے خیالات سے بالکل متفق بتلایا۔ منصوبہ بندی کا مقصد عوام کا معیار زندگی بلند کرنا ہے اور ہر مستقل حکومت کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد کی بھلائی ہو اور فائدہ پہنچایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو اس کا یقین ہے کہ ایوان تجارت یا کوئی ادارہ جس کے مفادات مضمر ہوں اس قسم کے مقصد کی اکثریت کو منظور ہوگا اور اگر اس مقصد کے حصول میں اپنے مفادات ...... میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنی پڑے۔ اور اس سے عوام کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو فائدہ پہنچتا ہے تو آپ نے اپنے اس ایقان کا اظہار کیا کہ ترقی یافتہ اور صنعت کے تحت مضمر ہوا ذاتی مفاد ہی ایسے طبقات کو مجبور کرے گا کہ وہ اس قسم کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کریں بلکہ اس بڑے نصب العین کے حصول میں مدد و معاون ہوں جو ان کے پیش نظر ہے۔ چند کی بھلائی اکثریت کی فلاح و بہبودی پر غالب نہیں آ سکتی۔ حکومت بہر حال یہ خواہش رکھتی ہے کہ اس قسم کے انتظامات جہاں تک ہو سکے رضاکارانہ خواہش کی بنا پر کئے جائیں اور ان پر کسی قسم کی زبردستی نہ ہو۔ منظم طریق پر ترقی کی منازل طے کی جا سکیں۔ [illegible] ترقیاں جتنی کرتی ہوں گی اور بغیر [illegible] امداد اور زیادہ دولت والوں [illegible] قبول کئے نا ممکن ہے کہ کسی قسم کی ترقی کی جا سکے۔ جنہیں سہولتیں حاصل ہیں ان طبقات کے لئے یہ امر کسی طرح خوشگوار نہیں کہ وہ اپنے اقتدار یا سہولت سے علحدگی اختیار کریں لیکن [illegible] ان مسائل کے بعد رجحانات کے ساتھ بھی ہونے ہوں گے۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آنریبل صدر المہام بہادر فینانس نے فرمایا کہ سر اردشیر دلال نے اپنی تقریر میں انفرادی اور جماعتی ایثار اور قربانی کا تذکرہ کیا ہے ان کے اس خیال سے متفق ہوتے ہوئے آنریبل غلام محمد نے اس پر زور دیا کہ عوام کی بھلائی کے لئے اس ذمہ داری کا بوجھ برداشت کرنا چاہئے اس قسم کی قربانیاں [illegible]

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

سرمایہ داری اور قومی حکومت

"انڈی پنڈنٹ انڈیا" کا تبصرہ

مسٹر بی۔ ایم۔ برلا نے جو ہندوستانی سرمایہ داروں کے ایک سربرآوردہ نمائندے ہیں اور مشہور جی۔ ڈی۔ برلا کے بھائی ہیں کھلے طور پر بیان کیا ہے کہ قومی حکومت سے اُن کی مراد یہ ہے کہ وائسرائے کی کونسل کے تمام ارکان ہندوستانی ہوں۔ کلکتہ میں انڈین چیمبر آف کامرس کے سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے سرمایہ داروں کے اس نمائندے نے بیان کیا کہ اگرچہ قومی حکومت ایک نعمت ہے مگر وائسرائے کی کونسل کی تشکیل جدید میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔ دوسرے الفاظ میں مسٹر برلا کے نزدیک اگر وائسرائے کی کونسل میں مفادات حاصلہ کے نمائندے رکن بنائے گئے تو وہ تمام اغراض کے لئے ایک قومی حکومت ہوگی۔ لیکن سرمایہ دار طبقہ کے نمائندے الفاظ کی الٹ پھیر سے اس واقعہ کو نہیں چھپا سکتے کہ کونسل کی اس طرح تشکیل کو قومی حکومت کہا جائے یا نہ کہا جائے اس کو عوامی حکومت تو کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ایک عوامی حکومت میں ضروری ہے کہ عوام کی ضروریات پوری ہوں جن کا نقطہ نظر مطلق طور پر مفادات حاصلہ کے خلاف ہوتا ہے بلکہ ان کی پالیسی بھی بڑی حد تک سماجی جمہوریت پر مبنی ہوتی ہے۔ زمینداری اور اس کے نظام سرمایہ داری سماجی جمہوریت کے تمام تصورات کے خلاف عمل کرتی ہے۔ ہندوستانی مزدور اور کسان ہندوستانی قومیت اپنے آپ سے انصاف نہیں کرے گی اگر وہ بلاواسطہ طور پر بھی زمینداری اور سرمایہ داری کو نقصان پہونچائے۔

قومی حکومت یا وائسرائے کی کونسل کی تکمیل

جدید ہمیشہ مسلسل مطالبہ — موجودہ سماج کو بدلنے کی ذمہ داری قبول کئے بغیر — اونچے طبقہ کی حکومت قائم کرنے کی خواہش کی ایک غیر مشتبہ علامت ہے۔ جو لوگ اس بات کی صحت میں شبہ کرتے ہوں انہیں مسٹر برلا کی اس تقریر کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے جو انڈین چیمبر آف کامرس میں کی گئی۔

مسٹر برلا وائسرائے کی کونسل کی تشکیل جدید اس لئے چاہتے ہیں کہ انہیں عوام کی معاشی خوش حالی سے کھیلنے کی پوری آزادی حاصل ہو جائے۔ مسٹر گاندھی کے نقطہ نظر مسٹر بھولا بھائی دیسائی بمبئی، سیواگرام اور دہلی کے چکر لگا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک پروگرام ہے جس کے متعلق جریدہ ساں انڈیپنڈنٹ کا یہ بیان ہے کہ اس میں مسٹر گاندھی کی قومی حکومت اور وائسرائے کے نقطہ نظر میں ہم آہنگی پیدا کی گئی ہے۔ مصالحت کی ان جدید کوششوں کے نتیجہ سے متعلق کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے تاہم مسٹر دیسائی کی کوششیں اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہیں — کہ قومی حکومت کی ضرورت ہو — کہ ہندوستانی سرمایہ دار کانگریس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔

وائسرائے کی کونسل قومی حکومت ظاہری اور معنوی حیثیت سے تسلیم کی جائے گی اسمبلی کی کانگریس پارٹی اس کی تائید کرے۔ کانگریس اور سرمایہ دار طبقہ کے اتحاد سے متعلق غور و فکر کرنے والے افراد کے ڈر اور تحیر کے باوجود مسٹر دیسائی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔

مسٹر برلا نے اپنی اس تقریر میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ملک کی معاشی زندگی کی تنظیم سے ان کے طبقہ کی کیا مراد ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے انھوں نے بتایا کہ ان کا طبقہ کیا نہیں چاہتا:

"مختلف اقسام کی نگرانی خاص طور پر اس حالت ہو اور مقصود ہے منصوبہ بندی کسی طرح آگے نہ بڑھ سکے گی۔ اس سے ہمیں ترقی کی منصوبہ بندی کے طریقے زیادہ سود مند ہیں۔"

کسی شخص کو یہ سمجھنے کے لئے مسٹر برلا کی بننے کی ضرورت نہیں کہ ہمارے موجودہ مصائب ختم نہیں ہوں گے اگر سرمایہ داری کو جیسے مسٹر برلا آزادی سے ترقی کرتے ہیں اس کے خطرناک راستے سے روکا جائے۔ مگر قومیت کے مربی اور سرپرست وہ چیز چاہتے ہیں جس کو ترقی پسند انسانیت ترک کر رہی ہے۔ جب وہ پیداوار بلند کرتے ہیں اگر ان کے ساتھ ضمانت نہ پیدا کی جائے تو وہ فی کس آمدنی اور قومی دولت میں اضافہ کریں گے تو وہ درحقیقت اپنے اس کھیل کو چھپاتے ہیں کہ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنایا جائے مگر ذی فہم لوگ ان کے اس کھیل کو اب سمجھنے لگے ہیں۔ مسٹر ودیکر نے انڈین ٹریڈ کانگریس منعقدہ لکھنؤ کے انیسویں اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مابعد جنگ دنیا پر اخلاقی نقطہ نظر سے تبصرہ کیا اور منصوبہ بندی کے سلسلہ میں ہندوستانی عوام کی خوش حالی پر بحث کی۔ مسٹر برلا اور ان کے سرمایہ دار رفقاء کو اس ممتاز مفکر کی تقریر کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ:

"پیدائش دولت کی ترقی کو فی کس آمدنی یا قومی آمدنی کے اضافہ سے یا عوام کے معیار زندگی اور خوش حالی سے کوئی لازمی تعلق نہیں۔"

فاضل پروفیسر نے بمبئی پلان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایسی معاشی منصوبہ بندی جس کا مقصد موجودہ فی کس آمدنی کو دگنا اور مجموعی قومی آمدنی میں تین گنا اضافہ ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ اس بڑھی ہوئی آمدنی کی منصفانہ تقسیم کے لئے ضروریات فراہم نہ کی گئی ہو تو وہ اخلاقی سیاست سے گر جائے گی۔ اس طرح قومی تحریک اونچے طبقہ کے ہاتھوں میں ایک آلہ کار بنتی جا رہی ہے جس سے عوام کی خوش حالی کو کوئی تعلق نہیں۔

جرمنی کے اندر روسی لشکر کی فاتحانہ پیش قدمی

ماسکو، ۳۰ جنوری۔ رائٹر کا نامہ نگار ماسکو بیان کرتا ہے کہ وہ وقت اب ختم ہو چکا ہے جب کہ روسی افواج جرمنی پر چڑھائی کر رہی تھیں۔ اب بیتاب روسی لشکر انتہائی سرعت سے بڑھ کر بڑے شہروں کی طرف چڑھائی کر رہا ہے۔ ان پر قبضہ ہونے کے بعد جب ان کے ناموں کا انکشاف ہوگا تو جرمنوں پر کپکپی طاری ہو جائے گی اور بقیہ دنیا کی خوشیوں کی انتہا نہ ہوگی۔ عظیم الشان شہر کونگسبرگ، برسلاؤ اور ڈینزگ ہیں۔ اول الذکر سے روسی لشکر صرف ۲۵ میل پر ہے اور ڈینزگ پہنچنے کے لئے ابھی ۹۰ میل کی مسافت طے کرنی ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انتہائی سخت جانی قربانیوں کے باوجود جرمن روسی لشکر کو روکنے کے قابل نہیں ہیں۔

مارشل چرنیکوفسکی کے لشکر نے مشرقی پروشیا میں رسل و رسائل کے اہم مرکز "انسٹربرگ" پر قبضہ کر لیا اس فتح کا اعلان کرتے ہوئے مارشل اسٹالن نے وضاحت کی ہے کہ یہ مقام ایک طاقتور دفاعی علاقہ کا اہم مرکز ہے اور پروشیا کا صدر مقام یہاں سے صرف پچاس میل پر واقع ہے۔

مارشل ژوکوف کی فوج نے گذشتہ پانچ دنوں میں اوسطاً فی یوم تیس میل پیش قدمی کی اور اس وقت وہ جرمنی کے صدر مقام برلن سے صرف ۹۵ میل پر ہے۔

لندن ۲۳ جنوری۔ آرڈینس کا جرمن رخنہ تیزی کے ساتھ مسدود ہوتا جا رہا ہے۔ کل جرمن دباؤ رسل و نقل کی گاڑیوں کا اس رخنہ سے نکل کر جرمنی کے مورچوں کی طرف جا رہی تھیں تانتا بندھا ہوا تھا۔ امریکی بکتربند دستوں کا سینٹ وتھ کے مضافات میں لڑ رہے ہیں اور جرمنی اس شہر کے مضافات میں ہارک کے ایک مورچہ پر لڑ رہے ہیں اگرچہ مقابلہ پر جرمن مزاحمت کمزور ہو رہی۔

پولینڈ میں عوامی حکومت کا قیام

از

پن، بریڈلے

پولینڈ کی قومی آزادی کی کمیٹی پولینڈ کی عارضی حکومت میں تبدیل ہو گئی ہے۔ گزشتہ ہفتے پولینڈ کی قومی کونسل کے اجلاس میں ڈیڑھ سو ممبر شریک ہوئے۔ جن میں بہت سے مقبوضہ پولینڈ سے آئے تھے۔

وزیر اعظم جو وزیر خارجہ بھی ہے۔ پولینڈ کی قومی آزادی کی کمیٹی کا سابق لیڈر ہے۔ وزیر دفاع جنرل رولا ہے جس کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے نہیں ہے۔ وزیر اعظم کے دو نائب ہیں۔ ان میں سے ایک کسان پارٹی کا نائب صدر ہے۔ اور دوسرا مزدور پارٹی کا سکریٹری ہے۔ کیبنٹ میں سوشلسٹ پارٹی کے پانچ ممبر ہیں کسان پارٹی کے چار اور مزدور پارٹی کے چار۔ ان کے علاوہ دو ممبر ڈیموکریٹک پارٹی کے ہیں۔

نئی حکومت کیسے بنی

آزاد پولینڈ میں ہزاروں جلسے کر کے عوام اس کا مطالبہ کر رہے تھے کہ قومی آزادی کی کمیٹی کو عارضی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے۔ قومی کونسل نے عوام کے مطالبے کو عملی شکل دے دی۔ اس کی دو بنیادی وجہیں تھیں۔

(۱) لندن پولینڈ کی مہاجر حکومت میں سے وہ عناصر نکال دیے گئے جو قومی آزادی کی کمیٹی اور پولینڈ کی مہاجر حکومت کے درمیان سمجھوتہ چاہتے تھے۔ اور مہاجر حکومت میں سوویٹ دشمن عناصر فرابیوں اور فاشسٹ سرمایہ داروں کا اثر بڑھ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتحاد کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا۔

(۲) اس دوران میں پولینڈ کی قومی آزادی کی کمیٹی کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ اس نے تمام اعلان اپنے تمام جمہوری وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

آزاد پولینڈ کے دیہاتوں کی حالت بہتر ہو گئی ہے۔ وہاں کے تین لاکھ کسان خاندانوں میں زمینیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ جن پر اب تک نازی نواب قابض تھے جمہوریت کو ترقی ہو رہی ہے۔ آزاد علاقوں میں مقامی قومی کونسلیں الیکشن کے ذریعہ سے قائم ہو گئی ہیں۔ سابق پولیس کو جس نے جرمنوں کے زیر اقتدار بھی کام کیا تھا، کو توڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کی جگہ جمہوری عوامی دستے قائم کیے گئے ہیں۔ جو مقامی قومی کونسلوں کے زیر اثر ہیں۔ ان غداروں نے جرمنوں کے ساتھ کام کیا تھا، انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح عدالتوں میں بھی اصلاحات ہوئی ہیں۔ پولینڈ کے کسان وطن کی دو فوجیں تیار ہو گئی ہیں تین لاکھ جوان فوج میں بھرتی ہوئے ہیں اور پندرہ ہزار سپہ سالاری ...

کو زبنگ دے کر پولینڈ بھیج گیا تھا۔ ان کی اکثریت آج پنگامی قومی حکومت کی فوج میں شامل ہے سا تن کوسکی کی "دشمن فوج" سو فاقوں کی پیداوار بڑھانے میں مفید ثابت ہو رہی ہیں۔ اس طرح ٹریڈ یونین تحریک از سر نو زندہ ہو رہی ہے۔ گزشتہ نومبر میں جو ٹریڈ یونین کانفرنس ہوئی۔ اس کے ڈیلیگیٹ دس ہزار مزدوروں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ایک زراعتی اور تباہ حال ملک میں یہ تعداد بہت بڑی تعداد کہی جاتی ہے۔ اسکول یونیورسٹیاں اور کتب خانے پھر کھل رہے ہیں۔ ڈاک اور تار کا انتظام بہتر ہو رہا ہے۔

مقبولیت کا سبب

ہنگامی حکومت کے ان کارناموں نے اسے عوام میں مقبول بنا دیا ہے۔ نیوز کرانیکل (انگریزی اخبار) کے نامہ نگار کے بیان کے مطابق "پولینڈ کے آزاد علاقے کے علاوہ آزاد پولینڈ کا اور کہیں وجود نہیں ہے۔ پولینڈ کے مہاجر حکمرانوں کے احتجاج کا پولینڈ میں کوئی اثر نہیں ہوا ہے۔ پولینڈ کی نئی حکومت آج اتنی طاقتور ہے کہ وہ اس قسم کے احتجاج کو بے معنی سمجھتی ہے۔

چونکہ پولینڈ کی اس نئی حکومت کو آزاد پولینڈ کے عوام کا پورا تعاون حاصل ہے۔ اس لئے سوویٹ یونین نے اس حکومت کو جائز حکومت تسلیم کر لیا ہے۔ دنیا کے تمام جمہوری ممالک کو چاہئے کہ وہ اس حکومت کو پولینڈ کی جائز جمہوری حکومت تسلیم کر لیں۔ کیونکہ آج اس کی رہبری میں پولینڈ کے عوام ساری دنیا کے عوام کے دوش بدوش انسانیت کے مشترکہ دشمن جرمن فاشزم کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

یونان کی حالات

پچھلے ہفتے یونان میں خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا جنرل اسکوبی (برطانوی فوج کے سپہ سالار) نے ایلاس کے نمائندوں کے ساتھ صلح نامے پر دستخط کئے اور دس جنوری کو لڑائی ختم ہو گئی۔ ایلاس یونان کے عوام میں سے دو سو پر قابض ہے کہ آرچ بشپ جو بادشاہ کا رجنٹ ہے ایک نئی گول میز کانفرنس کرے۔ ... لیکن یونان میں پائیدار امن کا امکان بہت کم ہے نئے وزیر اعظم جنرل پلاس ٹیراس نے صلح کے فوراً ہی بعد اعلان کیا ہے کہ ان جماعتوں کے نمائندوں کو حکومت میں شریک کرنا جو یونان سے بدسلوکی کی غیر جمہوری کی نسل ہوگا۔ اخبار ڈیلی ہیرالڈ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا۔ اس نے لکھا۔ "پلاس ٹیراز صاحب کو جمہوریت کے نام پر ایسی باتیں کرنے کا حق کس نے دیا۔ ان کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ وہ نئی یونانی حکومت میں آزادی کی جنگ لڑنے والی جماعتوں کو شامل نہ کریں گے۔"

ان دونوں رجعت پسند اور برطانوی نیم سرکاری ایجنسی ایلاس کو بدنام کرنے اور اس کے خلاف طرح طرح کی بے بنیاد خبریں پھیلانے میں بہت پیش پیش ہے کہا جاتا ہے کہ ایلاس میں پوٹلے کی بادشاہت ہے۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سوشلسٹوں اور کسان سبھاؤں نے ایلاس سے ناطہ توڑ لیا ہے۔ وزیر اعظم جنرل پلاس ٹیراز نے حال ہی میں ان سب لیڈروں کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا تھا۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ تیرہ پٹرول کمپنیوں کے مزدوروں کے نمائندوں نے کروکوس کی رہنمائی میں برطانوی سفیر سے ملاقات کی اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ برطانوی فوجوں نے انہیں کمیونسٹوں کے پنجے سے چھڑا لیا۔ یہ کروکوس صاحب دہی ٹریڈ یونین لیڈر ہیں۔ جنہوں نے متاکسس کی فوجی حکومت کا ساتھ دیا تھا۔ آپ کی حیثیت مسٹر تہاداس بہت اور ایم۔ این۔ رائے سے ملتی جلتی ہے۔ برطانوی سرکاری پروپیگنڈہ کتنی صحیح اور اہم ہے۔

لیکن یونان کی تحریک آزادی کو بدنام کرنے کی یہ سازش کامیاب نہ ہوگی۔ اخبار لندن ٹائمس، مانچسٹر گارڈین، ڈیلی ہیرالڈ، نیوز کرانیکل، ڈیلی ورکر، غرض تقریباً پورا برطانوی پریس برطانوی حکومت کی اس پالیسی کے خلاف ہے اور اس کا پردہ چاک کر رہا ہے۔ اخبار اسٹیٹس مین کلکتہ کا نامہ نگار لندن لکھتا ہے کہ برطانوی حکومت رجعت پسند پالیسی کے خلاف عام بیزاری بڑھتی جا رہی ہے اور اب دو پہر کو انگریز سپاہیوں تک میں پھیل رہی ہے جو یونان میں مقیم ہیں۔

لندن ٹریڈز کونسل نے ٹریڈ یونین کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ حکومت سے ناطہ توڑ لے۔ لیبر پارٹی کے ایک وفد نے جس میں مسٹر ہربرٹ موریسن اور ہیرالڈ لاسکی اور ایلن ولکنسن شامل تھے چرچل سے مل کر مطالبہ کیا ہے کہ ان جماعتوں کی ملی جلی حکومت قائم کی جائے جنہوں نے نازیوں کا مقابلہ کیا تھا۔ سنا جاتا ہے کہ برطانوی مزدور تحریک کا ایک وفد بھی عنقریب یونان جانے والا ہے۔

کاشتکاروں کو نفع اندوز سرمایہ داروں کے پنجے سے بچایا جائے

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

غیر سرکاری افراد کے اشتراک عمل پر زور دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے یقین ہے کہ فراہمی اور تقسیم اغذیہ کی تنظیم کو حتی الامکان امداد باہمی کا جو رنگ دے رہے ہیں اس سے اس قسم کی رشوت ستانی بہت گھٹ جائے گی۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تبصرہ

کانگریس کے ناکامی کے شدید احساس سے جو بددلی پیدا ہوگئی ہے وہ مختلف شکلیں اختیار کر رہی ہے۔ ایک شکل ہے سپرو کمیٹی سے آس لگانا۔ دوسری شکل ہے مہاسبھا سے اتحاد کی خواہش۔ لیکن ان سب سے زیادہ تشویش ناک اور قوم کی اخلاقی قوت کو سلب کرنے والا، رجحان حکومت سے کسی طرح سمجھوتہ کر لینے کی خواہش ہے۔ اس کے سب سے بڑے مبلغ راجہ جی ہیں۔ یہ رجحان کانگریس کے پارلیمنٹری لیڈروں تک بڑھ رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ برطانوی حکومت سے کسی نہ کسی طرح سمجھوتہ ہو جائے تو لیگ راستے پر آ جائے گی۔

(پی۔ سی۔ جوشی)

---

۵ مرسفندار کے "رعیت" میں جونگیرہ کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ:-

"یہ ایک حقیقت ہے کہ کمیونسٹ لیڈر اور کامریڈ پروویل سوسائٹیوں کے قیام کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور رعایا کو ان سے تعاون عمل کرنے سے باز رکھتے ہیں۔"

سارے کامریڈ بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ کیا اشتراکی گروہ اور سرمایہ دار گروہ میں مفاہمت ہو گئی؟ یورپ میں روس تو جرمنی کو ختم کرنے کے لئے دانت تیز کر رہا ہے اور جونگیرہ کے سرمایہ داروں نے کمیونسٹ پارٹی کو ہضم کر لیا۔

سوال — فسادات و ثبوت ستانی سے متعلق جو کمیٹیاں تشکیل پائی ہیں کیا ان میں سے صوبہ سندھ کی کمیٹی نے تو کم از کم ایک ضلع کا دورہ ختم کر لیا لیکن دوسری کمیٹیوں نے ابھی تک سفر باندھنا شروع نہیں کیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب — توشہ تیار ہو چکا تھا اگر سفر کو اشتہار بہت شدید گرمی کے پیش نظر سوچا رکھیں جائیں یا نہ جائیں اور جائیں تو کہاں جائیں۔

جدید صدر المہام کون ہوں گے؟ اس موضوع پر حیدرآباد کے ہر حلقہ میں اس شدت سے مباحث اور قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں کہ دفاتر کا کام خراب ہو رہا ہے۔

(ایک اردو اخبار کا بیان)

خدا کرے کہ جلد اس کا تصفیہ ہو جائے تاکہ سرکاری کام میں حرج نہ ہو۔

مسٹر اردشیر دلال نے ایوان تجارت حیدرآباد کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حیدرآباد میں نفاذ انکم ٹیکس کی ضرورت پر زور دیا۔ (ایک خبر)

امرا اور سرمایہ داروں کے معدے کی اصلاح کا یہ ایک مجرب نسخہ ہے۔

ایک خاکسار کی نظربندی سے متعلق مولوی ابو الحسن علی صاحب نے ایک صحافتی بیان جاری کیا اس کی تردید میں سوامی رامانند تیرتھ نے ایک دوسرا بیان جاری کیا جس میں بتلایا گیا کہ کسی شر و فساد پھیلانے والے شخص کو نظر بند کرنا حکومت کا غیر آئینی عمل ہے۔

بات یہ ہے کہ سوامی جی جب سے تارک الدنیا ہو گئے ہیں انہیں دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں ہے ورنہ وہ اس امر پر ضرور احتجاج کرتے کہ انگلستان کی جمہوری حکومت نے سر آسولڈ موسلے کو کیوں نظر بند کیا تھا۔

برطانوی حکمرانوں اور ہندوستانی رہنماؤں کے درمیان ایک طرح کا سمجھوتہ ہو گیا ہے جس کی رو سے اول الذکر اپنے معاشی مفادات کے ایک چھوٹے سے جز سے اور موخر الذکر اپنے سیاسی حقوق کے ایک بہت بڑے جز سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ (پیام)

اس راز کا انکشاف تو سب سے پہلے کامریڈ ایم۔ این۔ رائے نے کیا تھا اور کامریڈ رائے کو یہی اس

بد ذوقی کی پاداش میں معاصر محترم کے عتاب کا مورد ہونا پڑا تھا۔

سوال — کیا بات ہے کہ آج کل ڈاکٹر جیجی حکمت آصفیہ پر بار بار نظر کرم فرما رہے ہیں؟

جواب — برطانوی ہند میں مسٹر جناح نے ڈاکٹر صاحب کا لقب دے کر کہا ہے اس لئے اب وہ مسلم ریاستوں کے خلاف بیانات دے کر تسلی قلب کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔

سوال — مقامی ہندو لیڈر ڈاکٹر صاحب کی غلط بیانیوں کی تردید کیوں نہیں کرتے؟

جواب — خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمی آید

مابعد جنگ منصوبہ بندی پر بحث کرتے ہوئے معاصر "رعیت" نے تحریر کیا ہے کہ:-

"سیاسی جمہوریت کے بغیر کوئی معاشی جمہوریت ممکن نہیں۔"

اگر معاصر موصوف کا یہ نظریہ صحیح ہے تو انگلستان اور امریکہ میں جن کی سیاسی جمہوریت شہرۂ آفاق ہے معاشی جمہوریت کیوں مفقود ہے؟ اور بہ خواہ کچھ بھی ہو اتنا تو یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ سیاسی جمہوریت میں سرمایہ داروں کا مفاد محفوظ ہے۔ کامریڈ تاباں رضوی کے لئے مقام فکر۔

فی الوقت کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ وائسرائے سے ملنے کے بعد بھولا بھائی ڈیسائی کا بیان (اخباری سرخیاں)

ع- خموشی میں نہاں خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں

فرقہ داری سمجھوتہ۔ سر سلطان احمد کا فارمولا۔

(اخباری سرخیاں)

ہم معاصر "پیام" کی جانب سے اس فارمولا کی تائید کرتے ہیں۔

سپرو کمیٹی کا اعلان۔ سر سپرو کی گاندھی جی سے ملاقات اور بھولا بھائی ڈیسائی کا سردار پٹیل سے احمد نگر جیل میں ملنا صاف بتا رہا ہے کہ پس پردہ کچھ تغیرات ہو رہے ہیں لیکن یہ سارا حیرت انگیز منظر سامنے کی صرف ظاہری صورت کو پیش کرتا ہے۔ پردے کے پیچھے جو اداکار کام کر رہے ہیں ان کی حرکات و سکنات ابھی منظر عام پر نہیں آئیں۔ (اخبار [illegible])

یہ منظر دیکھنے کے قابل حیرت انگیز ہے کہ پر زور کوشش ہو رہی ہے کہ آزادی کا نام لے کر ہندو اکثریت کا اقتدار قائم کیا جائے

[illegible]

کانگریس کے اندر کیا ہو رہا ہے

از

پی۔ سی۔ جوشی

گفتگوئے مفاہمت کی ناکامی کے بعد سے گاندھی جی خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں اور ملک کی کوئی سیاسی رہنمائی نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے کانگریسیوں میں شدید قسم کا سیاسی انتشار پیدا ہو گیا ہے۔

آج سپرو کمیٹی سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رہی ہے وہ نہرو اسکیم جسے کانگریس نے ۱۹۲۹ء میں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنے کی تھی ۱۹۴۴ء میں پھر پیش کر رہی ہے کہ وہ ملک کے سیاسی اور فرقہ وارانہ مسائل کو حل کر سکیں گے۔ اس سے زیادہ تعجب اور کیا ہو گا کہ ملک کی سب سے بڑی قومی جماعت کا عام پبلک خیالات کے آگے ہتھیار ڈال دے رہی ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بہت سے کانگریسی اخبارات یہ توقع کر رہے ہیں کہ سپرو کمیٹی ملک کے مسائل کا کوئی معقول حل نکالنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ کانگریس کے اہم مناصب میں خود اعتمادی باقی نہیں رہ گئی ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پریشان کن امر یہ ہے کہ بہت سے کانگریسی اخباروں نے ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کو سراہنا شروع کیا ہے اور انہیں یہ امید ہے کہ کانگریس اور مہا سبھا کے درمیان ایک قسم کا سمجھوتہ کرا دیں گے۔ بمبئی کا انگریزی نیشنلسٹ اخبار بمبئی کرانیکل، گجراتی اخبار جنم بھومی اور گجراتی اخبار "وندے ماترم" سب یہی راگ الاپ رہے ہیں۔

لیکن ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کچھ اور ہی فرماتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کانگریس نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے ان کے رجعت پرست مطالبات پر ہندو مفاد کو قربان کر دیا۔ ہندو مہا سبھا کو کانگریس سے ہمیشہ یہی شکایت رہی ہے اور کانگریس نے اس لئے ہمیشہ ہندو مہا سبھا سے اپنا دامن بچایا۔ کانگریس کی حب الوطنی اور مہا سبھا کی ہندو تنگ نظری میں یہی فرق ہے۔

کانگریس کے اندر جو مہا سبھا سے مل جانے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اس سے نیشنلسٹ مسلمان پریشان ہیں۔ "مدینہ" (بجنور) نیشنلسٹ مسلمانوں کا بڑا بااثر اخبار ہے۔

دوسرا نیشنلسٹ روزنامہ "انصاری" ہے جو دہلی سے نکلتا ہے۔ ان دونوں نے کانگریس کے اندر مہا سبھائی رجحان کی مذمت کی ہے۔ "انصاری" کے الفاظ میں "مسائل کا حل صرف کانگریس لیگ سمجھوتہ ہے۔"

کانگریس کے اندر ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کا مہا سبھائی رجحان ہمیشہ سے رہا ہے لیکن اس نے [illegible] نہیں اٹھایا تھا۔ لیکن گاندھی جناح ملاقات کی ناکامی کا رد عمل یہ ہوا کہ کانگریس لیگ اتحاد کے خلاف کانگریس مہا سبھا اتحاد کا رجحان ترقی کر رہا ہے۔

یکطرفہ سمجھوتے کی کوشش

کانگریس کے اندر ناکامی کے شدید احساس سے جو بد دلی پیدا ہوئی ہے وہ مختلف شکلیں اختیار کر رہی ہے۔ ایک شکل ہے سپرو کمیٹی سے آس لگانا اور دوسری شکل ہے مہا سبھا سے اتحاد کی خواہش۔ لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک اور قوم کی اخلاقی قوت کو سلب کر لینے والا رجحان حکومت سے یکطرفہ سمجھوتہ کر لینے کی خواہش ہے۔ اس کے سب سے بڑے مبلغ راجہ جی ہیں۔ یہ رجحان کانگریس کے پارلیمنٹری لیڈروں میں بڑھ رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ برطانوی حکومت سے کسی نہ کسی طرح کچھ طے ہو جائے تو لیگ راہ راست پر آ جائے گی۔

اخباروں کی خبر ہے کہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی لارڈ ویول سے اس بنیاد پر سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں کہ وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل میں کانگریسی شامل ہو جائیں۔ بعض اخباروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسٹر ڈیسائی وائسرائے سے اس کا وعدہ لیں گے کہ وہ اپنے خاص اختیارات استعمال نہیں کریں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس امر پر زور نہیں دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کانگریسی صوبوں میں بھی ملی جلی وزارت بنائی جائے گی۔ یہ افواہات کتنی ہی کیوں نہ ہوں، گاندھی جی کو اس کی اطلاع دے دی گئی ہے اور کہتے ہیں کہ لیگ ہر صورت میں کانگریس کے ساتھ آ جائے گی کیونکہ حکومت اور کانگریس کے سمجھوتے کے بعد کوئی دوسرا راستہ لیگ کے لئے باقی نہیں رہے گا۔

یہ واضح ہے کہ ایک طرفہ سمجھوتے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی جہاں مہاتما گاندھی ناکام ہو چکے ہیں۔ وہاں مسٹر ڈیسائی کی کامیابی کا امکان نظر نہیں آتا۔ لیکن ان کوششوں کا نتیجہ لازمی ہے اور وہ یہ کہ کانگریس اور لیگ کے تعلقات اور بھی خراب ہو جائیں گے۔ برطانیہ کو سمجھوتے پر مجبور کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کانگریس لیگ اتحاد۔

کانگریس کے اندر انتشار

کانگریس صرف سیاسی اور قومی انتشار ہی کا شکار نہیں ہے بلکہ تنظیمی اور جماعتی اعتبار سے اس کے اندر بھی انتشار پھیل رہا ہے۔ کانگریسی کارکنوں کی کانفرنس میں دو قسم کے تنظیمی فیصلے ہو رہے ہیں۔ ایک تو گاندھی جی کا بتایا ہوا تعمیری کام کرنا اور دوسرے کمیونسٹوں کو کانگریس سے نکال باہر کرنا۔

تعمیری کام بجائے خود بڑی اچھی چیز ہے اگر ہزاروں باشعور کانگریسی دیہاتوں میں پھیل جائیں تو مصیبت زدہ عوام کو فوری امداد مل سکتی ہے۔ لیکن یہ کام صرف اسی وقت پوری طرح انجام پا سکتا ہے جب ان تمام وطنی جماعتوں سے تعاون کیا جائے جو عوام کی خدمت کر رہی ہیں۔ یہ کام ایسے شاندار طریقے سے قومی پیمانے پر ہونا چاہئے جس سے کروڑوں آدمیوں کا حوصلہ بڑھے اور ان کی کھوئی ہوئی خود اعتمادی انہیں واپس مل سکے۔ اس وقت جتنے بھی کارکن یہ کام کر رہے ہیں لیکن جو لوگ اس تنظیمی کام کی رہنمائی کر رہے ہیں ان کے خیالات بگڑے ہوئے ہیں۔ وہ تعمیری کام کی تنظیم اس مقصد سے نہیں کر رہے ہیں کہ کارکنوں کی بڑی سے بڑی تعداد فراہم کر کے کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ عوام کی خدمت کی جائے۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کانگریس کی حالت بہتر کی جائے۔ اور کانگریسی کارکنوں کو کوئی بھی کام مل جائے۔ لیگ کے تعاون سے اس لئے انکار کیا جا رہا ہے کہ کانگریسی کارکنوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ تعمیری کام کے ذریعے سے مسلم عوام کو کانگریس کے زیر اثر لایا جائے اور مسلم لیگ کے فرقہ پرست اثر سے بچایا جائے۔ کمیونسٹوں کا تعاون حاصل کرنے سے اس لئے انکار کیا جا رہا ہے کہ کمیونسٹ بہت پہلے سے آگے آ گئے ہیں۔ اور بڑی محنت سے کام کرتے ہیں۔ وہ عوام کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔

اس تنگ نظری سے کانگریسی کارکن تعمیری کام نہیں کر سکتے۔ البتہ اپنی چھوٹی سی الگ ٹولی بنا سکتے ہیں۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ پچھلے تین مہینے میں انہوں نے رفتہ رفتہ تعمیری کام کے خاکے بنائے ہیں۔ اور کارکنوں کی کمی کا رونا رویا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا ہے۔

در اصل آج کانگریس کی تعمیر کے نام پر کانگریس میں انتشار پھیلایا جا رہا ہے۔ کانگریس کی صفوں کو منظم کرنے کے نام پر اسے ایک چھوٹی سی ٹولی میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ کانگریس کو قوم دشمن عناصر سے بچانے کے نام پر کمیونسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔

وہ اپنی کمیونسٹ دشمنی میں بھی دیانت داری سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ وہ صرف کمیونسٹوں ہی کو کانگریس سے نکالنے کی فکر میں نہیں ہیں۔ بلکہ ڈاکٹر سوہن لال (امرتسر)، ڈاکٹر رامن (مدراس)، اور مسٹر سی۔ پی۔ گپتا (بنگال) جیسے کانگریسیوں کو بھی کانگریس سے نکال دینا چاہتے ہیں کیونکہ وہ تینوں اور ان جیسے کانگریسی بھوک کے خلاف ایک سیاسی رویہ رکھتے ہیں اور ملک کے نفاق کو دور کرنے کے لئے کانگریس لیگ اتحاد چاہتے ہیں۔ وہ کانگریسی جو کمیونسٹ پارٹی کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس پالیسی کے خلاف ہیں جو ڈاکٹر سوہن لال اور ان جیسے کانگریسی اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ کانگریس لیگ اتحاد کے دشمن اور سیاسی جمود کو توڑنے کے خلاف ہیں۔ وہ کھلم کھلا اس پالیسی کا پرچار نہیں کر سکتے۔ اس لئے کمیونسٹ دشمنی کی آڑ میں کانگریس میں انتشار پیدا کر رہے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

آزاد یورپ میں کیا ہو رہا ہے؟

از

جناب طفیل احمد خاں صاحب

فاشیزم اور سامراج چاہے وہ برطانیہ میں ہو یا امریکہ میں دونوں خاصیت اور سرشت کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہیں۔ فاشیزم کی تخریب و زوال کے بعد دنیا بھر میں غلامی کی دیواریں ہل جائیں گی اور عوامی طاقتوں کا سیلاب قدیم نظام کے بوسیدہ گنبد و مینار کو بہا لے جائے گا۔ یہ تاریخ کی ایک بے رحم منطق ہے جس کی مخالفت کا دوسرا نام حماقت ہے۔ آج آزاد یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تاریخ کی اسی بے رحم منطق اور حالات کے اٹل قانون کا مظہر ہے جس پر قابو پا کر برطانیہ اور امریکہ کے سامراج پسند مدبرین کی جبینوں پر پسینے چھوٹ رہے ہیں۔ انسانی سوسائٹی کا خارجی وصول، مدبرین اور رہنماؤں کی داخلی خواہشات سے کس قدر آزاد اور بے پرواہ ہے اس کا اس سے زیادہ روشن ثبوت نہیں مل سکتا جو آج ہمیں یورپ کے گزشتہ چند دنوں کے واقعات میں ملتا ہے۔ فاشیزم جیسے جیسے شکست کھا کر پیچھے ہٹ رہا ہے ویسے ویسے سامراج پسندوں کے ارادے بھی پامال ہو رہے ہیں اور آزاد یورپ کے عوام ایک نئے روشن دور کی طرف عزم اور یقین سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یورپ کی پرانی رجعت پسند حکومتوں کے تختے الٹ گئے ہیں اور جو سماجی اور سیاسی انقلابات اپنے حجم اور وسعت کے اعتبار سے صدیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکتے تھے وہ لمحوں میں ہمارے سامنے رونما ہو رہے ہیں۔

فرانس کی وشی حکومت کا مجرم رہنما مارشل پیتاں اتحادی فتوحات اور فرانس کے عوام کی زبردست جد و جہد کی کامیابی کے بعد ایک لمحہ بھی نہ ٹھہر سکا۔

وہ ساری دنیا میں نازیت سے اشتراک عمل کے لئے بدنام ہو چکا تھا کہ امریکہ اور برطانیہ کے سامراجی اور فاشسٹ دوست عناصر نے بھی اسے اپنا ایجنٹ بنانے میں عوام سے خوف محسوس کیا۔ فرانس کا موجودہ جنگی رہنما جنرل ڈی گال اپنی پرخلوص نازیت دشمنی کے سبب فرانسیسی عوام کے لئے قابل قبول تھا۔ چنانچہ اسے حکومت کی تشکیل میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہوا۔ فرانس کی موجودہ حکومت نے یوں بھی اپنی دور اندیشی کا ثبوت دیا کہ اُن فوجی تنظیموں کو جو نازیوں کے دور حکومت میں پوشیدہ طور پر نازیوں سے جنگ کرتی رہی تھیں اور جن کی مدد سے اتحادی افواج فرانس میں اتنی سرعت سے کامیاب ہوئیں۔ ان کو غیر مسلح کرنے کی بجائے شمالی افریقہ اور برطانیہ سے لائی ہوئی باقاعدہ اور باضابطہ فرانسیسی افواج میں شامل کر لیا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ فرانس کی موجودہ حکومت صحیح معنوں میں عوام کی نمائندگی کرتی ہے اسی وجہ سے نہ تو وہاں بلجیم اور یونان کی طرح خانہ جنگی ہے اور نہ سامراجی ہتھکنڈے اپنے لئے موزوں ایجنٹ تلاش کر سکے ہیں۔ فرانس کی حکومت کی دور اندیشی مزید طور پر یوں ثابت کی جا سکتی ہے اور جس سے اس کی عوامی بنیادوں کے مضبوط ہونے کا پتہ چلتا ہے کہ حال ہی میں جنرل ڈیگال نے سوویٹ روس کے خلاف مغربی یورپ میں گروہ بندیوں کا حصہ اور آلۂ کار بننے سے صاف انکار کر کے سوویٹ روس کے ساتھ جنگ اور امن دونوں زمانوں کے لئے تمام اہم معاملات اور مسائل پر سمجھوتہ کر لیا ہے۔ فرانس کی موجودہ حکومت نے ان بڑی بڑی صنعتوں کے مالکوں کی موزوں خبر لی ہے جنہوں نے نازیوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا تھا۔ ان کی صنعتی امداد کی تھی اور ان کی اعانت سے عوام کا خون چوس کر بے حساب دولت جمع کر لی تھی۔ کوئلے کی کانیں اُن کے ہاتھوں سے چھین کر قومی ملکیت اور تنظیم کے سپرد کر دی گئی ہیں۔ نقاقی ٹرانسپورٹ کمپنی کے پانچ بڑے ڈائرکٹروں کو نازیوں کی امداد پہنچانے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ بڑے بڑے بنکوں کے مالکوں کا سردار اور سیری کمپنی کے نائب صدر کو بھی اسی جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ خاص خاص صنعتوں کو قومی ملکیت قرار دے کر انہیں قومی تنظیم کے تحت چلایا جا رہا ہے۔ یہ ہیں وہ عظیم الشان تبدیلیاں جو ایک طرف تو مستقبل کی اور بھی بنیادی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ہیں اور جو دوسری طرف وہاں برطانیہ اور امریکہ کے سامراجی عناصر کی دال نہیں گلنے دیتے۔

یوگوسلاویہ کی موجودہ حکومت کی نوعیت اور بھی جمہوری اور عوامی ہے جہاں شیر دل مارشل ٹیٹو کی رہنمائی میں عوام نے نازیوں کی آہنی کامیاب مدافعت کی فوجی اور سیاسی طاقت اُن کے ہاتھوں میں آ گئی اور [illegible] کی موجودہ رجعت پسند حکومت جو جنرل میخائیلووچ کے ہمراہ عوام کو نازی بربریت کا شکار بننے کے لئے چھوڑ کر لندن بھاگ گئی تھی مارشل ٹیٹو سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ چنانچہ مسٹر چرچل کے لئے بھی اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ یوگوسلاویہ کی متحدہ عوامی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ یوگوسلاویہ کی حکومت نے وزیر اعظم ڈاکٹر سبیٹچ کو ماسکو بھیج کر سوویٹ روس سے ضروری معاملات اور مسائل پر سمجھوتہ کر لیا ہے۔ مارشل ٹیٹو نے برطانوی جرنلسٹوں کے سامنے یوگوسلاویہ کے آئندہ دستور حکومت سے متعلق بیان دیتے ہوئے بتایا کہ یہ دستور حکومت کروشیا اور سربیا کے آزاد و مختار صوبوں سے مل کر ایک وفاق کی شکل اختیار کرے گا اور اس کی تشکیل ایک دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ عمل میں آئے گی جو عام بالغ رائے دہندگی کے اصول پر منتخب ہو گی۔ یوگوسلاویہ کی حکومت نے عوام کی خواہشات کے پیش نظر نفع خوری اور چور بازار کو مکمل ختم کر دیا ہے۔ ایک سو فوجی مجرموں کو جن میں چار سو [illegible] بھی شامل تھے نازیوں سے سمجھوتہ کرنے، ان کی باقاعدہ فوجی اعانت کرنے اور عوام کو تکلیف پہنچانے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف بلجیم اور یونان میں کیا ہو رہا ہے۔ دراصل آج یورپ کے تمام آزاد شدہ ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے ان کے اسباب مجموعی اور ایک ہی طرح کے ہیں صرف مقامی کچھ فوجی اور سیاسی الجھنوں کے پڑ جانے سے مختلف ملکوں میں ان کے خارجی اور اتفاقی اظہار میں فرق آ گیا ہے۔ بلجیم اور یونان کی حکومتیں بھی نازیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں وہاں کے عوام کو چھوڑ کر فرار ہو گئی تھیں۔ ان دونوں ملکوں میں خصوصی طور پر بلجیم میں بڑی بڑی صنعتوں کے مالکوں نے نازیوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا اور ان کا ساتھ دیا۔ لیکن کمیونسٹوں اور دوسری نازیت دشمن جماعتوں کے زیر قیادت ان ملکوں کے عوام نے نازیوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور بغاوت کی چنگاریاں سلگاتے رہے۔ جب بلجیم میں اتحادی حملوں کا زور بڑھنے لگا اور شکست خوردہ نازی فوجیں انتہائی سراسیمگی کے عالم میں جرمنی کی سرحدوں کی طرف بھاگنے لگیں تو بلجیم کی دوسری عوامی مقاومت کی فوجیں فطری اور لابدی طور پر مسلح ہو گئیں اور ایک طرف انہوں نے اتحادی افواج کو قابل قدر امداد پہنچایا اور دوسری طرف جرمنوں کے خلاف ملک میں عام بغاوت کر کے اُن کو اور بھی تیزی سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ان کی سب سے قابل قدر خدمت یہ ہے کہ انہوں نے کمال ہوشیاری اور بہادری کے ساتھ بڑے بڑے ذرائع رسل و رسائل، پلوں اور اینٹورپ کی بندرگاہ کو نازیوں کے دست برد سے بچا لیا اور جنگ کے یہ قیمتی وسائل اتحادیوں کو صحیح سالم حالت میں ہاتھ آ گئے۔ بلجیم کے عوام نے تمام اتحادی افواج کا عظیم الشان خیر مقدم کیا۔ لیکن جب بلجیم کی فرار شدہ حکومت لوٹی اور جنگ سے پہلے کے انتخاب شدہ پارلیمنٹ کی نشستیں شروع ہوئیں تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ موجودہ حکومت اور عوام کے درمیان اس چار سال کی نازی غلامی اور اس کے خلاف عوامی جد و جہد نے ایک وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ چار سال کا یہ عہد مختصر بلجیم کے عوام کے لئے یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح دراصل صدیوں کے قیمتی تجربات سے بھرا تھا جن کی آگ سے گزر کر وہ ذہنی اعتبار سے ایک نئی دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ کس طرح بڑے بڑے سرمایہ داروں اور مل مالکوں نے عوام کے خلاف کھلم کھلا جرمنوں کا ساتھ دیا تھا اور ان ہاتھوں سے وہ دست و گریباں تھے۔ چنانچہ حکومت سے ان کی یہ توقع بالکل فطری اور حق

تھی کہ وہ سب سے پہلے نازیوں سے گٹھ جوڑ کرنے والوں کی خبر لے۔ لیکن پیپرول کی رجعت پسند حکومت نے عوام کو یہ مطالبہ ٹھکرا دیا۔ عوام کا غم و غصہ اس وقت انتہائی منزل پر پہنچ گیا جب اس نام نہاد جمہوری شاہی حکومت نے اتحادی عوامی فوجوں کو ہتھیار ڈالدینے کے احکام جاری کر دئیے۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ ان فوجوں کو فرانس کی شمالی کے پیش نظر بیلجیم کی باقاعدہ افواج میں شامل کر لیا جائے کیونکہ انہوں نے اتحادی فتح اور نازیوں کی شکست میں بہت اہم حصہ لیا تھا۔ حکومت نے انکار پر اس کے خلاف عوامی مظاہرے شروع ہو گئے اور تحریک مزاحمت کی نمائندگی کرنے والے تینوں وزراء نے استعفیٰ داخل کر دیا۔ یہی پہر فرانس سے اور بیلجیم کی رجعت پسند عناصر مسٹر چرچل کی قوت میں عوامی طاقتوں پر حملہ کرتے رہے اور پیپرول کو فوری امداد پہنچا کر ایک ایسی نام نہاد حکومت کو یہ ورنہ بیلجیم کے عوام کے سر پر مسلط رکھنے کی کوشش کرتے رہے جس سے عوام کو شدید نفرت ہے۔

بیلجیم کا جو مسئلہ ۱۹۴۴ء میں کھڑا کر کے دنیا کی ہمدردی حاصل کرنا چاہا تھا اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ برطانیہ بھی یورپ کے آزاد شدہ ملکوں میں اپنی منظور حکومتوں کو برقرار رکھنے کے لئے یہی طریقہ کار اختیار کر رہی ہے اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ یونان کے بنیادی حالات بھی وہی ہیں جن کا بیلجیم کے سلسلے میں تجزیہ کیا جا چکا ہے۔ لیکن یہاں حالات نے ایک زیادہ واضح اور خطرناک شکل اختیار کر لی ہے۔ یونان کی سب سے بڑی مزاحمت کی فوج ای ایل اے۔ اس کے بائیں بازو کے سیاسی لیڈروں ای۔ اے ۔ ایم کی رہنمائی میں نازیوں کو زبردست نقصان پہنچایا اور اتحادیوں کی فتح کو آسان کر دیا۔ یہ جماعت یونان کے عوام میں بے حد مقبول ہے اور یونان کے بہترین وطن پرستوں پر مشتمل ہے۔ یونان میں بھی جب فرار شدہ شاہی حکومت واپس آئی تو اس نے ان افواج کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ اور بہت جلد یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ حکومت نہ تو یونان کے ساتھ مجھوتہ کرنے والوں کو سزا دے سکتی ہے نہ ملک کو نفع خوروں کے چنگل سے نجات دلا سکتی ہے یا ادنیٰ کا ملک کر سکتی ہے۔ اور نہ فاشزم کے خلاف کوئی منظم اقدام کر سکتی ہے۔ جب عوامی مظاہرے شروع ہوئے تو یونان کی پولیس نے جس نے نازیوں کا بھی ساتھ دیا تھا ان مظاہروں اور جلوسوں پر گولی چلائی جس میں متعدد آدمی قتل ہوئے۔ اور بیلجیم کی طرح یونان میں بھی برطانوی فوجوں نے اس وطن دشمن عوام حکومت کا کھلم کھلا ساتھ دیا اور دے رہی ہے۔ یہاں بھی برطانوی پروپیگنڈا عوام کے جائز مطالبات کو کمیونسٹ انقلاب کا رنگ دے کر دنیا بھر کے رجعت پسندوں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا کیونکہ نہ صرف امریکہ نے صاف اور واضح لفظوں میں اس عمل سے اپنی مخالفت کا اظہار کر دیا۔ بلکہ خود برطانوی عوام اس کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ پارلیمنٹ میں مسٹر چرچل کو اعتماد کا ووٹ ضرور مل گیا ہے لیکن اس سلسلے میں جو باتیں قابل غور ہیں وہ یہ ہیں کہ مسٹر چرچل کو یہ ووٹ اس لئے ملا ہے کہ پارلیمنٹ موجودہ حالات میں ایک بہت بڑے جنگی لیڈر کی خدمات سے انکار کو

کو کرو وہ کبھی نہیں چاہتا اور دوسرے اور اسی قسم کے موضوعات کے برخلاف مسٹر چرچل کو چار سو پچیس اور چار سو پچیس کی اکثریت دو سو اٹھتر ووٹ سے لیبر پارٹی کی سرگرمیاں اور اس کی گذشتہ تحریک اور پارلیمنٹ اعتمادی ووٹ پاس کئے جانے پر بہت سے ممبروں کی ناراضگی عدم موجودگی صاف بتلا رہی ہے کہ برطانوی عوام کس رخ پر جا رہی ہے۔

یونان و بیلجیم کے موجودہ خلفشار عارضی ہیں وہاں کے عوام اپنے مطالبوں کو منوا کر رہیں گے۔ برطانیہ کے رجعت پسند عناصر کے ہتھکنڈے اب زیادہ دن نہیں چل سکتے۔ ملی کے گذشتہ واقعات اور آئرن سے جنرل (فرانکو) کا نکالا جانا صاف اس بات کا مظہر ہے کہ یورپ کے عوام اپنا مقام اور منزل پہچان گئے ہیں۔ اب انہیں رجعت پسندوں کی سیاسی چالیں احمق نہیں بنا سکتیں۔ فاشزم کی شکست کے بعد یورپ کے ہر ملک میں آزادی اور جمہوریت کا جھنڈا لہرا کر رہے گا۔

مخلوط حکومتوں کے متعلق لیگ کی حکمت عملی

نوابزادہ لیاقت علیخان کا بیان

بنگلور ۔ ۲۳ جنوری ۔ نوابزادہ لیاقت علیخان معتمد عمومی کل ہند مسلم لیگ نے "اورینٹ پریس آف انڈیا" سے ملاقات کے دوران میں وائسرائے کی مجلس عاملہ کی از سر نو تشکیل سے متعلق بعض صحافیوں کے بار سوالات کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ جہاں تک مسلم لیگ کی حکمت عملی کا تعلق ہے وہ اس سوال سے متعلق آج سے پہلے ہی مشتہر ہو چکی ہے جبکہ اس وقت کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے اپنی مجلس عاملہ میں مسلم لیگ کے نمائندوں کی شمولیت کے لئے کوشش کی تھی۔

نوابزادہ لیاقت علی خان نے مزید بیان کیا کہ اس وقت لارڈ لنلتھگو کو مسلم لیگ نے جواب دیا تھا کہ مسلم لیگ ۱۹۳۵ء کے قانون حکومت ہند کے تحت عارضی انتظام کے طور پر مرکزی حکومت میں کسی ذمہ داری اور اقتدار کو ایک شرط پر قبول کرنے کے لئے تیار ہے وہ یہ کہ اگر کانگریس بھی اس ذمہ داری میں حصہ بٹانے پر آمادہ ہو تو ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد مساوی ہو اور مسلمان اراکین تمام کے تمام مسلم لیگ کے نامزد کردہ ہوں کیونکہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ اور معتمد جماعت ہے اور اگر کانگریس علیحدہ رہنا چاہے تو ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے۔

لیکن حکومت برطانیہ نے لیگ کے اس دست تعاون کو بھی کبھی قبول نہیں کیا۔

موصوف نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ نام نہاد تعطل کی ذمہ دار صرف برطانوی حکومت ہے مسلم لیگ اس کی ذمہ دار ہے اور نہ کانگریس اگر حکومت نے ابھی عاملہ کی از سر نو تشکیل سے متعلق کوئی تجویز پیش کی تو مسلم لیگ اس پر بلا خوف غور کرے گی۔

جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے مسلم لیگ نے عملی طور پر دکھایا ہے کہ اس کی حکمت عملی کیا ہے جہاں کہیں بھی مسلم لیگ کی وزارت تشکیل دی گئی ہے مسلم لیگی جماعت کے تابع ہے ہمیشہ ہندو اراکین اور دیگر مسلم اقلیتوں کے نمائندوں کو دعوت دی کہ وہ کابینہ میں اپنی جگہ لیں لیگ نے دوسروں کے ساتھ ہمیشہ ایک باعزت تعاون کو روا رکھا۔

جہاں تک مستقبل کا سوال ہے کسی ایسے دستور کو جس کی بنیاد پاکستان پر نہ ہو مسلمان ہند نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کریں گے بلکہ اپنی پوری قوت سے اس کے خلاف جنگ کریں گے ہندوستان کے تمام مسائل کا پاکستان ہی واحد حل ہے اور حصول آزادی کا یہی ایک راستہ ہے۔ (اورینٹ)

شام کی آزادی کا مسئلہ

برطانوی دارالعوام میں سوالات

۲۳ جنوری ۔ برطانوی دارالعوام میں آج مسٹر ایڈن نے شام کی آزادی اور شاہی افواج کے متعلق میجر جنرل سر ایڈورڈ اسپیرس کے جو کچھ دن پہلے تک شام میں برطانوی وزیر کی حیثیت سے متعین تھے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا:۔ "شام کی مسلح افواج کے مسئلہ پر کچھ عرصہ سے فرانسیسی اور شامی حکومتوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے جو ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ اس گفت و شنید میں جو ان افواج کے مستقبل پر اثر انداز ہوتی ہے جو اتحادی طاقتوں کی طرف سے جنگی خدمات انجام دے رہی ہیں ملک معظم کی حکومت نے دونوں فریقوں سے دوستانہ اور قریبی ربط قائم رکھا ہے۔"

جنرل اسپیرس نے دریافت کیا کہ آیا مسٹر ایڈن کو اس بات کا اطمینان ہے کہ ستمبر ۱۹۴۱ء میں شام کی آزادی کا جو اعلان کیا گیا تھا اس کی شرائط پوری کر دی گئی ہیں اور اگر ایسا نہیں تو کیا مسٹر ایڈن نے فرانسیسی حکومت سے رجوع کرنے کے مسئلہ پر غور کیا ہے یا اب غور کریں گے اس لئے کہ برطانوی حکومت نے اس اعلان کی تائید کی تھی۔

مسٹر ایڈن نے جواب دیا "جنرل اسپیرس ان تمام امور سے اچھی طرح واقف ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس بات سے متفق ہوں گے کہ ایسے وقت کہ جب کسی سمجھوتہ کی کوشش کی جا رہی ہو استفسارات کے ذریعہ اس موضوع پر بحث کرنے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔" (رائٹر)

کانگریس کے اندر کیا ہو رہا ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

کانگریس پر قبضہ کرنے کی سازش

لیکن یہ خیال غلط ہے کہ کمیونسٹ دشمن ناکام ہو گئے ہیں۔ وہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو بچا رہے ہیں کہ بعض کمیٹیاں ضرور کی ہیں جن میں کانگریسیوں کا ایک سکشن شریک ہے لیکن یہ سب باتیں صرف اسی وقت تک کے لئے ہیں۔ جب تک کہ کانگریس غیر قانونی جماعت ہے داخل کانگریس کے اندر اس وقت ایک ایسی ٹولی ہے جو اندر ہی اندر اپنے آپ کو مضبوط کر رہی ہے تاکہ آہستہ آہستہ کانگریس کی پوری جماعت اس کے قبضہ میں آجائے پھر جب کانگریس کی باقاعدہ کارروائیاں شروع ہوں گی تو یہ ٹولی ان تمام کانگریسیوں کو کمیونسٹ کہہ کر کانگریس سے نکال دینے کی کوشش کرے گی۔ جو اس ٹولی کی رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس وقت کی "غیر کی" ذہنوں کا پیرو وہ کانگریس کے اداروں کا نام دے دیں گے۔

کانگریس کی موجودہ شکل

آج کانگریس کی شکل ایسی ہو گئی ہے جسے دیکھ کر اس کو تکلیف ہوتی ہے

پرانی نسل کے کانگریسیوں کا ایک حصہ وزارتیں بنانا اور حکومت کی مشنری میں شریک ہونا چاہتا ہے دوسرا حصہ ہندو مہا سبھائی ذہنیت کا شکار ہو رہا ہے ۱۹۴۲ء میں جو نوجوان عناصر کانگریس میں آئے ہیں وہ کانگریس سوشلسٹ پارٹی کے زیر اثر ہیں اور وہ سب سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ان کی کوشش یہ ہے کہ کمیونسٹوں کو کانگریس سے نکال دو اور کانگریس میں اپنا رسوخ بڑھاؤ۔ عوام پر کمیونسٹوں کا جو اثر ہے اسے توڑنے کے لئے مخالف ٹریڈ یونین اور کسان سبھائیں بناؤ۔ اور جنگ کے بعد آنے والے انقلاب کی تیاری کرو ان کے دل میں حب الوطنی سے زیادہ کمیونسٹ دشمنی کا جذبہ ہے۔ انکا انقلاب تو صرف کاغذ پر کروڑوں ہی میں رہتا ہے لیکن ان کی انتشار انگیزی عوام کو کمزور کرتی ہے اور کانگریس میں پھوٹ ڈالتی ہے۔

کانگریسی نوجوان عام طور سے افسردہ دل ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ لیگ کے ساتھ اتحاد کی ضرورت سے کوئی انکار نہیں کرتا لیکن اتحاد کو عملی شکل دینے کا جذبہ دلوں میں نہیں ہے کیونکہ یہ بات عام کر دی گئی ہے کہ مسٹر جناح سمجھوتہ کرنا چاہتے ہی نہیں ہیں۔

سیاسی اعتبار سے کانگریس ایک ایسی کشتی کی طرح ہے جس کا کوئی ناخدا نہ ہو۔ جماعتی اعتبار سے ایک گروہ اپنے مفاد کے خاطر کانگریس کو ایک چھوٹی سی ٹولی میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری سب سے بڑی قومی جماعت آج عوام کی رہنمائی نہیں کر رہی ہے اور خود ٹکڑے ٹکڑے ہوتی جا رہی ہے۔

کمرشیل کارپوریشن کو کثیر المقاصد انجمن امداد باہمی میں تبدیل کیا جائے گا

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

ایک ایسا سانحہ ہے جس پر ابھی غور کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ بہر حال اس کا یقین دلا سکتے ہیں کہ غیر سرکاری خیالات و آراء حاصل کئے بغیر کسی قسم کا لائحہ عمل ترتیب دینے سے قبل انہیں اعتماد میں لیا جائے گا۔

آنریبل مسٹر غلام محمد نے اس کے بعد محاصل کے شرح کا ذکر فرمایا اور سر اردشیر دلال کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مابعد جنگ منصوبوں کا نفاذ ضروری ہے تو محاصل کی شرح پر نظر ثانی ضروری ہے آپ کا ذاتی خیال یہ تھا کہ مابعد جنگ سکیموں کی ترقی خود بہ خود ذرائع آمدنی پیدا کر دے گی۔ محاصل کی سکیم میں بہر حال مقامی حالات اور احوال پر نظر رکھنا ضروری ہے اور کسی مخصوص رقبہ کی حیثیت دولت اور کامل اقتصادی حالات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں اس مملکت اور ریاست میں محاصل کے طریق کو فیصلہ کرنے میں اس کا اول محاصل نظام پر نظر رکھنی پڑے گی [illegible] علحدہ محاصل پر غور کرنا پڑے گا۔ جہاں آپ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ تجارت پیشہ اصحاب ایثار اور قربانی کے لئے تیار ہو جائیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ اس خیال کی بھی تائید نہیں کر سکتے کہ حیدرآباد تفصیلی طور پر اس نظام محاصل کی پیروی کرے جس پر کہ برطانوی ہند میں عمل ہو رہا ہے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فنڈ حاصل کئے جائیں تاکہ مابعد جنگ اسکیمیں نافذ کی جائیں اور محاصل کے طریقے جس سے زمانہ [illegible] جاری کرنے کا بنیادی سوال نہیں۔ سر اردشیر دلال بالکل ٹھیک ہے۔

آپ نے اس کا بھی ذکر کیا کہ اس کے حوالے دے گئے ہیں کہ حکومت ہند کے بڑے بڑے فاضلات حکومت برطانیہ کے پاس ہیں آپ نے فرمایا کہ حکومت حیدرآباد کے اب تک کوئی اسٹرلنگ فاضلات نہیں ہیں اور یہ کہ برطانوی ہند میں جو ۹۵ کروڑ روپے لگائے گئے ہیں ان میں سے تقریباً نصف کاغذی کرنسی کی محفوظ رقم ہے اور اس لئے اس رقم کو مابعد جنگ سکیموں میں صرف کرنے کے لئے حاصل نہیں کیا جا سکے گا۔ آپ نے اس کا بھی ذکر کیا کہ منافع کا اعلان کے چند کروڑ روپے کے قرضے حاصل کئے ہیں اور ان کو بعض ایسی اسکیموں کو روبہ عمل لانے میں صرف کیا جائے گا جن پر حکومت دوران جنگ ہی میں کام شروع کر دینا چاہتی ہے تاکہ حیدرآباد کے ان قرضوں کے حصول میں کامیابی کا باعث

اس کو بلند مرتبہ ہے اور آپ نے فرمایا کہ آپ یہ محسوس کرتے ہیں حیدرآباد مارکٹ اس قابل ہے کہ قرضہ کی یہ متوازن اسکیم کو ترقی پذیر مقاصد کے لئے نافذ کیا جا سکے۔

آنریبل غلام محمد صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ کامیابی کے ساتھ مابعد جنگ سکیموں پر عمل کرنے کے لئے ایک اور ضروری چیز نظم و نسق کی بہتر صلاحیت رکھنے والی مشنری ہے اس مقصد کے لئے ایک با قوت اور کافی صلاحیت رکھنے والی سول سروس کی ضرورت ہے نظم و نسق کی کارکردگی پر تنقید کرتے ہوئے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے تاکہ نظم و نسق کو ایک اعلیٰ معیار پر قائم رکھا جائے کام کی خرابی کو ہونا لازمی ہے اس لئے کہ ان کی کامیابی کے لئے متعدد [illegible] اور عوام کی عادتوں میں دخل اندازی کی لامحالہ ضرورت ہوگی۔ ایک ایسی سول سروس جو کسی تفریق کا دائرہ سے متاثر نہ ہو سکے اور ایک بہتر نظم و نسق کی مشنری معاشی منصوبہ بندی کی کسی بھی اسکیم کے لئے لابدی ہے

آخر میں آنریبل غلام محمد صاحب نے اپیل کی کہ حکومت اور تجارت پیشہ طبقہ کے زیادہ سے زیادہ تعاون ہو۔

جامعہ عثمانیہ کا جلسہ تقسیم اسناد

حیدرآباد ۲۳ اسفندار آج سہ پہر میں ٹاؤن ہال باغ عامہ میں جامعہ عثمانیہ کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ آنریبل سر راما سوامی مدلیار کو ایل ایل ڈی (ڈاکٹر آف لاز) کا اعزازی طیلسان عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ ۱۰۹۱ طلباء نے جن میں ۱۳ طالبات شامل ہیں طیلسان حاصل کئے۔ ۳۰۴ طیلسانیں سے جن میں ۹ خواتین تھیں طیلسان ایم اے حاصل کیا۔ بارہ طلباء اور دو طالبات نے ایم ایس سی طیلسان حاصل کیا۔ ایل ایل ایم کا طیلسان دس طلباء نے اور ال ال بی کا طیلسان ۲۲ طلباء نے حاصل کیا۔ ایم بی کا طیلسان تیرہ طالب علموں نے حاصل کیا۔ ۲۰ طلباء اور تین طالبات نے جامعہ کا طیلسان بی ایس سی حاصل کیا۔ اس کے علاوہ ۳ طیلسان بی ای تین طیلسان ایم ایڈ جن میں ایک خاتون بھی شامل ہے اسناد طیلسان ڈپلومہ تقسیم کئے گئے۔ ایم بی بی ایس کا طیلسان تین طلباء نے حاصل کیا۔

ساڑھے تین بجے حضرات اساتذہ اپنے علمی لباس میں کمرہ رفقا میں جمع ہونے لگے [illegible] عالیجناب امیر جامعہ نواب صاحب [illegible] تشریف لائے۔ امیر جامعہ اور سر راما سوامی مدلیار تشریف لائے [illegible] امیر جامعہ نے یونیورسٹی کے

پیش کردہ گارڈ آف آنر کا معائنہ فرمایا۔ جلسہ تقسیم اسناد میں آنریبل سر آغا عمر و نعیمان ریزیڈنٹ حیدرآباد اور آنریبل نواب میر عقیل جنگ بہادر نے بھی شرکت فرمائی۔ جلسہ کی کارروائی نشر گاہ حیدرآباد سے راست نشر کی جا رہی تھی امیر جامعہ کی تشریف آوری کے بعد نقباء نے امیر جامعہ کا استقبال کیا۔ اس کے بعد نواب ڈاکٹر یار جنگ بہادر امیر شعبہ دینیات نے طیلسان پہنے ایم اے ڈی لٹ، راجہ بہادر [illegible] صاحب امیر شعبہ قانون نے طیلسان پہنے ایل ایل ایم ایل ایل بی ڈاکٹر حاجی حید علی صاحب امیر شعبہ طب نے طیلسان پہنے ایم بی بی ایس آنریبل نواب زین یار جنگ بہادر امیر شعبہ انجینئرنگ نے طیلسان پہنے بی ای، مولوی سید محمد اعظم صاحب امیر شعبہ فن تعلیم نے طیلسان پہنے ایم ایڈ معتمد فن تعلیم، پروفیسر حسین علی خان صاحب امیر شعبہ نے طیلسان پہنے ایم اے پی ایچ ڈی اور مولوی قاضی محمد حسین صاحب امیر شعبہ سائنس نے طیلسان پہنے ایم ایس سی ڈی ایس سی عطا کئے جانے کی درخواست کی۔ عالیجناب امیر جامعہ نے اجازت مرحمت فرمائی جس کے بعد نقباء جامعہ بصورت جلوس حسب ترتیب مقررہ عالی شہ نشین کی طرف روانہ ہوئے جس کے بالکل سب سے آگے نقیب تھے بعدہٗ نقباء صاحبان تھے جن کے بعد نواب ڈاکٹر ناظر یار جنگ بہادر امیر شعبہ دینیات تھے اس کے بعد ارکان مجلس اعلیٰ پروفیسر حسین علی خان صاحب ڈاکٹر رضی الدین صاحب بقیہ سلیم صاحب ڈاکٹر حاجی حید علی خان صاحب ڈاکٹر سیل کے پی راجو صاحب راجہ بہادر جنیشور ناتھ راؤ آنریبل نواب زین یار جنگ بہادر آنریبل نواب عالم یار جنگ بہادر آنریبل مسٹر ڈبلیو وی گرگسن آنریبل مسٹر غلام محمد اور آنریبل راجہ دھرم کرن بہادر تھے۔ ان کے بعد ناظم صاحب تعلیمات معتمد تعلیمات نواب علی یاور جنگ بہادر اس کے بعد مولوی سید محمد اعظم صاحب معتمد امیر جامعہ اور آپ کے بعد آنریبل نواب سر مہدی یار جنگ بہادر نائب امیر جامعہ اور سب سے آخر میں ہز ایکسیلنسی کرنل سر محمد احمد سعید خان بہادر نواب صاحب چھتاری تھے۔ امیر جامعہ نے جلسہ کے آغاز کا اعلان کیا اس کے بعد شعبہ جات نے اپنے اپنے امیدواروں کو پیش کیا جنہیں امیر جامعہ نے طیلسان عطا فرمائے۔

مندرجہ ذیل امیدواروں کو تمغے عطا کئے گئے۔

(۱) طلائی تمغہ راشٹ آنریبل سر اکبر حیدری (الف) منظور النساء بیگم اول امتحان ڈپلومہ ان ایجوکیشن (ب) محمد شوکت علی اول امتحان بی ای (ج) محمد جنید حکیم اول امتحان بی ایس سی (د) [illegible] جامعی اول امتحان بی اے

(۲) طلائی تمغہ خان بہادر احمد الدین کے رد جامعی امتحان بی اے کی کامیابی میں سب سے اول

(۳) طلائی تمغہ نواب کرامت جنگ بہادر (الف) بی آر ریڈی امتحان بی ای آخری [illegible] تعلیم میں سیول انجینئرنگ کے سالانہ کورس میں سب سے اول (ب) محمد شوکت علی امتحان بی ای آخری [illegible] تعلیم میں میکانیکل انجینئرنگ کے سالانہ کورس میں سب سے اول

(۴) طلائی تمغہ بیادگار مولوی محمد مرتضیٰ مرحوم محمد رکن الدین امتحان بی اے کے مضمون تاریخ اسلام میں سب سے اول۔

(۵) طلائی تمغہ بیادگار ڈاکٹر رستم یار جنگ پی پا ریڈی امتحان ایم بی بی ایس آخری کے مضمون جراحی میں سب سے اول۔

(۶) طلائی تمغہ مس زرینہ یار گنہ سید ناصر حسین امتحان ایم بی بی ایس آخری کے مضمون علم الولادت میں سب سے اول۔

اس کے بعد جناب معین امیر جامعہ مولوی سید محمد اعظم صاحب نے سر سی وی راما سوامی مدلیار کو ایل ایل ڈی کی اعزازی طیلسان عطا کرنے کی تحریک کرتے ہوئے موصوف کا تعارف کروایا۔ معین امیر جامعہ نے موصوف کی ممتاز خدمات کا ذکر کرنے کے بعد امیر جامعہ کی خدمت میں ایل ایل ڈی کے اعزازی طیلسان کے امیدوار کی حیثیت سے پیش کیا۔ جس کے بعد امیر جامعہ نے سر موصوف کو ایل ایل ڈی کا طیلسان عطا فرمایا۔ اس کے بعد عالیجناب امیر جامعہ کے ملاحظہ میں اسناد عطا شدہ کی فہرست پیش کی گئی اور عالیجناب ممدوح نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔

سر راما سوامی مدلیار نے خطبہ تقسیم اسناد پڑھنے سے قبل اس اعزاز کے عطا کئے جانے پر شکریہ ادا کیا۔

جرمنی کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے؟

روس کے سیاسی حلقوں میں بحث

لندن ۳۰ جنوری۔ یونائیٹڈ پریس کا سیاسی نامہ نگار رقمطراز ہے کہ برلن پر روسی فوجوں کی یلغار سے جنگ کا خاتمہ جو کچھ روز پہلے دور نظر آرہا تھا اب معلوم ہوتا ہے کہ قریب آرہا ہے۔ روس میں اس اہم مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے کہ جرمنی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

یہاں سیاسی حلقوں میں عموماً طور پر کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ مسٹر چرچل اور اسٹالن سے ہونے والی ملاقات کے موقع پر صدر روزولٹ اس نکتہ پر زور دیں کہ جرمنی کے ساتھ سخت قسم کی صلح کی جائے جس کی رو سے روس کو اور کر فرانس کو بھی نازی سرزمین کا پورا حصہ دار بنایا جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ صدر روزولٹ اس بات پر متفق ہیں کہ جرمنی کے اہم علاقوں کو معاشی اور حربی اہمیت کے اعتبار سے توڑ کر ان کو پولینڈ، روس اور فرانس میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدر روزولٹ اس بات کو ماننے تیار ہیں کہ جرمنی کے فیصلہ کیا برطانیہ، روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ فرانس کو بھی برابر پورا حصہ دیا جائے۔ اور وہ یہ کہ صدر روزولٹ اس امر پر بھی زور دیں گے کہ باشندگان جرمنی پر مستقل معاشی نگرانی قائم کی جائے جس پر حسب ضرورت نظرثانی ہوتی رہے گی۔

مزید کہا جاتا ہے کہ صدر روزولٹ اس روسی تجویز پر بھی کوئی اعتراض نہیں کریں گے کہ مشرقی پولینڈ اور مشرقی پروشیا کے علاقوں کو سوویٹ یونین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ پولینڈ کی مملکت میں بقیہ مشرقی پروشیا اور جرمنی کے وہ حصے شامل کر دئے جائیں گے جو دریائے اوڈر کے مشرق میں واقع ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدر روزولٹ اس کی تائید کریں گے کہ فرانس جرمنی کے مغربی صنعتی حصوں کو مستقل طور پر اپنے ملک میں شامل کرے۔

مزید کہا جاتا ہے کہ صدر روزولٹ کی رائے ہے کہ جرمنی جنگ سے تباہ شدہ ممالک کے نقصانات کی تلافی اپنے کارخانوں، مشنری اور مزدوروں کو دے کر نہ کہ وہ نقدی یا مال کی صورت میں تاوان جنگ ادا کرے کیونکہ ایسا کرنے سے جرمنی اپنی صنعتی قوت کی از سر نو تعمیر کر سکے گا۔ اور قرض بھی ادا کر سکے گا۔ اس بنا پر توقع کی جاتی ہے کہ صدر روزولٹ روس کے اس مطالبہ پر معترض نہیں ہوں گے کہ جرمنی مزدور اپنی مزدوری سے سوویٹ یونین کے جنگی نقصانات کی تلافی کریں۔ (یونائیٹڈ پریس)

جرمنی کی انتہائی نازک حالت

مشرقی پروشیا بقیہ جرمنی سے منقطع ہو گیا

لندن ۳۰ جنوری۔ آج جرمن خبر رساں ایجنسی نے اعتراف کیا ہے کہ مشرقی پروشیا کم از کم عارضی طور پر اس وقت بقیہ جرمنی سے منقطع ہو گیا ہے۔ اس انقطاع کا سبب یہ ہے کہ ایک روسی ہراول فوج جرمنوں کو چیرتی ہوئی بندرگاہ "ایلبنگ" کے مشرق میں ساحل بالٹک تک پہنچ چکی ہے جرمن ہائی کمان کے روزانہ اعلامیہ میں اس واقعہ کا تو اعتراف نہیں کیا گیا بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ "ایلبنگ" کی سمت میں نہایت شدید جنگ ہو رہی ہے اور اس رقبہ میں جرمنوں کو پیچھے ہٹا لیا گیا ہے ماسکو کی اطلاع کے بموجب روسی لشکر کو قلعہ بند [illegible] افواج قلعہ بند علاقہ کے پہلے حلقہ تک پہنچ گئی ہے جہاں انہوں نے جرمنوں کے مسلسل جوابی حملوں کو روکنے کے بعد پھر چڑھائی کے لئے اپنی تمام قوتوں کو جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔

جرمن ہائی کمان نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ روسیوں نے "پوزنان" پر لڑائی کے خلاف سخت حملے کئے ہیں

حیدری پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر تکلف سے شائع ہوا